نکاح کے بارہ میں ایک اصولی ہدایت

(فرمودہ ۲۰- جون ۱۹۳۸ء) ؎۱

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا :

نکاحوں کے بارے میں ہمارے ملک میں ایک غلطی ہو رہی ہے کہ جہاں مرد ولی نہیں ہوتے وہاں عورتوں کو ولی ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی فارم جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے اس میں بھی اسی قسم کی غلطی کی گئی ہے یعنی لڑکی کی والدہ ولی ہے گو یہ صرف ایک اصطلاحی غلطی ہے کیونکہ لڑکی کی والدہ نے مجھ سے دریافت کرلیا ہے اور میرے مشورہ سے اس نے یہ کام کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ میرے کہنے پر اس نے یہ کیا ہے صرف اصطلاح کے طور پر والدہ ولی بنی ہے مگر بہرحال ہماری شریعت میں ولی مرد کو ہی ٹھہرایا گیا ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت نکاح کرانے کے لئے آئی تو آپ نے اس کے لڑکے کو جس کی عمر غالباً دس گیارہ سال تھی ولی بنایا۔ ؎۲ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ولی مرد ہی ہوتے ہیں۔ اس عورت کا چونکہ اور کوئی مرد ولی نہیں تھا اس لئے رسول کریم ﷺ نے اس لڑکے سے دریافت کرنا ضروری سمجھا۔

شریعت اسلامیہ کا قاعدہ ہے کہ جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو اس کی ولایت حکومت کے ذمہ ہوتی ہے، حکومت خواہ سیاسی ہو، خواہ دینی اس کا فرض ہے کہ وہ اس لڑکی کا جس کا کوئی مرد ولی نہیں ولی بنے۔ ہاں لڑکی کی والدہ سے مشورہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ دیگر رشتہ داروں سے بھی مشورہ کرے مگر آخری فیصلہ حکومت کے ہاتھ میں ہے اور اس کا حق ہے کہ جہاں اس کی

والدہ یا دیگر رشتہ دار پسند کرتے ہیں اگر اسے اس میں کوئی غلطی نظر آئے یا لڑکے میں کسی قسم کا عیب دیکھے تو انکار کردے اور ان کے مشورہ کو رد کردے۔ شریعت نے مرد کو اس لئے ولی ٹھہرایا ہے کہ وہ عورت کی نسبت مرد کے حالات اور جذبات کو زیادہ عمدگی سے دیکھ سکتا ہے۔ وہ دیکھ سکتا ہے کہ آیا یہ مرد دھوکا بازی تو نہیں کرے گا یا اس میں کسی قسم کا عیب تو نہیں۔ اس قسم کے حالات معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مرد ہی ولی ہو مرد کی نسبت عورت ناواقف ہوتی ہے۔

یہ فارم جو اس وقت میرے پاس ہے اس میں گو یہ اصطلاحی غلطی ہے مگر لڑکی کی ماں کو مرد کے حالات کا پہلے سے ہی علم ہے کیونکہ ان کی پہلے سے ہی رشتہ داری ہے لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ قاعدہ میں عمومیت دیکھی جاتی ہے۔ عورتوں میں سے سو میں سے پچانوے ایسی ہوتی ہیں جو مرد کے حالات سے واقف نہیں ہو سکتیں باقی پانچ فیصدی عورتیں رہ جاتی ہیں اور یہ تعداد بہت کم ہے قاعدہ کی بناء ہمیشہ عمومیت پر ہوتی ہے۔ مرد کو شریعت نے ولی اس لئے بنایا ہے کہ وہ دیکھے لڑکے میں کوئی نقص یا عیب تو نہیں عورت ان حالات کو کیا جان سکتی ہے۔ الا ماشاء اللہ بعض عورتیں جانتی ہوں گی مگر مسئلہ یہی ہے کہ ولی مرد ہو اور جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کی ولی حکومت ہوتی ہے خواہ دنیاوی حکومت ہو یا روحانی۔ اس نکاح میں جس قسم کے حالات کے ماتحت عورت ولی بنی ہے اس قسم کے حالات ہزاروں میں سے ایک کے ہوتے ہیں۔ مرد نکاح کرنے والے کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور بعض دفعہ آدمی کو آنکھوں سے دیکھ کر ہی معلوم کرلیا جاتا ہے کہ وہ کس قسم کا ہے۔ مرد اس کے اخلاق کا جائزہ لیتا ہے، اس کے بولنے کے طریق کو دیکھتا ہے، اس کے لین دین پر نظر رکھتا ہے، اس کی مجلس دیکھتا ہے کہ یہ کس قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھتا ہے، اس کے سودا سلف خریدنے کی طرف دیکھتا ہے کہ کہیں دھوکا بازی تو نہیں کرتا غرضیکہ وہ اس کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور بولنے کو دیکھتا ہے اور معلوم کرلیتا ہے کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے مگر عورت کہاں یہ حالات معلوم کر سکتی ہے۔ شریعت نے اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے مرد کو حق دیا ہے۔ ہاں استثنائی صورت میں یہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے اخلاق وغیرہ دیکھنے کی ضرورت ہی نہ ہو مثلاً رسول کریم ﷺ کے نکاح کے وقت آنحضرت ﷺ کے اخلاق دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہاں تو نبوت کا سوال تھا اس قسم کے واقعہ سے بھی شریعت کا مسئلہ نہیں ٹوٹتا بلکہ قائم رہتا ہے کیونکہ نبی تو ایک ہی ہوتا ہے اور وہ

بھی اربوں ارب میں سے ایک تو قاعدہ وہی ہے البتہ استثنائی صورت نبی کے لئے ہو سکتی ہے اس قاعدہ کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے ہماری شریعت کہتی ہے کہ جب آپس میں معاملہ طے کرو تو اس کو تحریر میں لے آیا کرو۔ باوجود اس قاعدہ کے بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے پاس جتنی امانت رکھی جائے جب بھی چاہو ان سے لے سکتے ہو۔ سودا وغیرہ دکانداروں سے لیا جاتا ہے تو بغیر تحریر کے دکاندار سودا دے دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ وہ دھوکا بازی نہیں کریں گے۔ ان حالات کی موجودگی میں تحریر کرنے والا قاعدہ بدل نہیں سکتا وہ قاعدہ ویسا ہی قائم ہے جیسے پہلے تھا۔ تو ولی مرد ہی ہو سکتا ہے۔ ولایت کا پہلا حق باپ کو ہے اگر وہ نہ ہو تو بھائی ولی ہوتے ہیں اگر وہ بھی نہ ہوں تو پھر عورت کے بھائی ولی ہوتے ہیں اور اگر کوئی مرد ولی نہ ہو تو حکومت ولی ہوتی ہے خواہ وہ حکومت روحانی ہو یا دنیاوی۔ البتہ حکومت کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ لڑکی کی والدہ سے مشورہ کرے۔ ہمارے پاس اگر ایسے رشتے آئیں تو ہم لڑکی کی ماں سے مشورہ کرنے کے بعد ہی رشتہ کریں اور بسا اوقات اس کی مرضی ہی مقدم رکھی جاتی ہے۔ مجھے تو یاد نہیں کہ اس قسم کا واقعہ ہوا ہو اگر ہوا تو اس قدر کم کہ وہ اب یاد بھی نہیں رہا۔ بالعموم ماں کی مرضی دیکھی جاتی ہے البتہ وکالت اور ولایت کوئی عورت نہیں کر سکتی تو ایسے حالات میں کہ لڑکی کا کوئی ولی نہ ہو خلیفہ یا اس کا نمائندہ اس کا ولی ہو گا۔

نکاح کے بارے میں مجھ سے آج ہی علماء کی طرف سے ایک سوال کیا گیا ہے اس سوال کا تعلق بھی نکاح سے ہی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کر دوں۔

گزشتہ دنوں ہمارے ایک عالم نے دوسری شادی کرنے کا ارادہ کیا تو دوسرے بعض علماء نے ان پر اعتراض کیا۔ اس عالم نے جواب میں انہیں کہا کہ خلیفۃ المسیح کا منشاء یہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کی جائیں اور تفسیر قرآن کی رو سے بھی خلیفۃ المسیح کے نزدیک ایک سے زیادہ شادیاں کرنی اچھی ہیں۔ اس پر اعتراض کرنے والے علماء میرے پاس آئے اور سوال کیا کہ یہ مسئلہ بتائیں میں نے انہیں کہا کہ میرے نزدیک قرآن سے یہی ثابت ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنی چاہئیں اور قرآن مجید نے بھی کثرت کو پہلے رکھا ہے اور ایک شادی کو بعد میں بیان کیا ہے (اس پر حضور نے فرمایا کسی کے پاس قرآن مجید ہے تو ایک دوست نے قرآن

مجید حضور کو دیا) اور حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ ؎ میں نے ان دوستوں سے کہا کہ شریعت نے جسے مقدم بیان کیا ہے میں بھی اسے مقدم ہی جانتا ہوں اور جسے مؤخر یعنی بعد میں ذکر کیا ہے میں بھی اسے مؤخر ہی قرار دیتا ہوں۔ قرآن مجید نہیں کہتا کہ ایک شادی کرو اور اگر اس کے بعد ضرورت پیش آئے تو ایک سے زیادہ شادیاں کرو۔ بلکہ قرآن مجید نے مَثْنٰی وَثُلٰثَ اور رُبٰعَ کو پہلے رکھا ہے اور پھر کہا ہے کہ اگر دو تین اور چار شادیاں کرنے سے تم پر خوف کی حالت طاری ہوتی ہو تو فَوَاحِدَةً ایک ہی شادی کرو۔ تو ایک شادی کی اجازت اس صورت میں ہے جب کہ انسان کو خوف لاحق ہو۔

ایک اور بات میں نے ان کے سامنے یہ پیش کی کہ رسول کریم ﷺ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں آنحضرت ﷺ کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔

آج ایک اور دوست نے بھی ایک سوال پیش کیا ہے کہ اگر ہر مرد چار چار شادیاں کرنے لگ جائے تو اتنی عورتیں کہاں سے آئیں گی۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ وہم اس لئے پیدا ہوا ہے کہ لوگ اَلَّا تَعْدِلُوْا کے معنے نہیں سمجھتے۔ قرآن کریم میں بڑی بڑی باریکیاں اور بڑی بڑی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ بعض لوگ قرآن کریم کے الفاظ کی باریکیاں اور حکمتیں نہیں جانتے اس لئے ان کے دلوں میں اس قسم کا وہم پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا یہاں عدل کے معنے تو انصاف کے ہی ہیں مگر لوگ غلطی سے اس کے معنی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا بَیْنَهُنَّ کر لیتے ہیں کہ اگر تم عورتوں کے درمیان عدل نہ کر سکو تو پھر ایک ہی شادی پر اکتفا کرو حالانکہ یہ معنی صحیح نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ اگر عدل نہ کر سکو تو پھر ایک شادی کی اجازت ہے۔

عدل کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً ایک آدمی کے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ صرف دو روٹیاں اپنی بیوی کو کھانے کے لئے دیتا ہے اب اگر وہ دوسری شادی کرے گا تو لازماً وہ اپنی دونوں بیویوں کو ایک ایک روٹی کھانے کے لئے دے گا۔ اب وہ کہے کہ میں نے دونوں کے درمیان عدل کیا تو یہ معنی عدل کے نہیں بلکہ عدل کے معنے یہ ہیں کہ اتنی روٹی دو جس سے پیٹ بھر جائے۔ اگر ایک عورت کو دو روٹیوں کی بھوک ہے اور اسے ایک روٹی دی جائے تو یہ عدل

نہیں بلکہ ظلم ہے یا مثلاً ایک شخص اپنی بیویوں کو کپڑا دے ایک بیوی کا تو اس میں کرتہ بن جائے اور ایک کا پاجامہ بن جائے یا دونوں کے کرتے یا پاجامے بن جائیں اور ان کا خاوند کہے کہ میں نے عدل کیا ہے تو یہ عدل نہیں، قرآن مجید میں یہ نہیں ہے کہ ایک کو پاجامہ دو اور ایک کو کرتہ بلکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ عورتوں کو پورا لباس دو۔

ایک دوسری صورت اَلَّا تَعۡدِلُوۡا کی یہ بھی ہے کہ قوت مردمی کمزور ہو اور عورت کے حقوق کو انسان پورا نہ کرسکتا ہو۔ مثلاً ایک شخص ایک بیوی سے سال میں ایک دفعہ جماع کرتا ہے وہ شخص یہ خیال کرے کہ اب عدل یہی ہے کہ دوسری بیوی سے بھی سال بھر میں ایک ہی دفعہ جماع کیا جائے تو یہ عدل نہیں کہلائے گا بلکہ دونوں پر ظلم کرنے والا سمجھا جائے گا۔

تو قرآن مجید ہمیں عدل کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ [۵] کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عدل یعنی انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ عدل کے معنے یہ نہیں کہ دو آدمیوں کو برابر کا حصہ دو بلکہ یہ معنے ہیں کہ ہر شخص کو اس کا حق دو۔ اگر برابر برابر حصہ دینا ہی عدل کے معنے ہوں تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کون ہے جہاں عدل کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں عدل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اسے اس کی وحدانیت میں یکتا سمجھا جائے۔ دو خدا تو ہیں نہیں کہ نصف وحدانیت ایک خدا کو دی جائے اور نصف دوسرے کو۔ اگر خدا کی وحدانیت میں کسی اور کو شریک کیا جائے تو یہ ظلم ہوگا۔ اسی طرح بیویوں کو ان کے اپنے اپنے حقوق دیئے جائیں تو عدل ہے۔ لوگوں کو یہ وہم اس لئے پیدا ہوا ہے کہ وہ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا کے معنے نہیں سمجھتے اگر میرے ان معنوں کو لیا جائے تو پھر کسی قسم کا اعتراض نہیں رہتا۔

ہمارے ملک میں اسی ۸۰ فیصد لوگ ایسے ہیں جو دو عورتوں کو پیٹ بھر کر روٹی نہیں دے سکتے ایسے لوگوں کے لئے فَوَاحِدَةً کا حکم ہے کہ وہ ایک ہی شادی کریں باقی بیس فیصدی لوگ رہ جاتے ہیں ان میں سے بھی بعض لوگ عدل نہیں کرسکتے بعض کے قویٰ جسمانی مضبوط نہیں ہوتے۔ بعض کے جسمانی قویٰ تو مضبوط ہوتے ہیں اور اس صورت میں دو یا دو سے زیادہ عورتیں کرسکتے ہیں مگر الگ الگ مکان بیویوں کے لئے نہیں بنا سکتے۔ حالانکہ شریعت یہ کہتی ہے کہ بیویوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مکان ہونے چاہئیں۔ ہماری شریعت میں اس قسم کے جھگڑے بہت ہوتے ہیں کہ مرد اپنی بیویوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مکان نہیں بنواتے تو ان معنوں کی رو

سے جو میں نے عدل کے کئے ہیں سو۱۰۰ میں سے کوئی ہی ہو گا جو ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتا ہو۔

اس دوست نے یہ بھی کہا تھا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ مالی تنگی کی حالت میں شادی کرو تو تنگی دور ہو جاتی ہے یہ بھی ایک وسوسہ ہے۔ میں نے انہیں اس کا یہ جواب دیا کہ رسول کریم ﷺ کا یہ مطلب نہیں کہ ہر انسان جو دوسری شادی کرے اس کا مال بڑھ جاتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے بیسیوں لوگ دوسری شادی کرتے ہیں اور وہ تنگ دست ہو جاتے ہیں اور عورت کو منحوس کہنے لگ جاتے ہیں۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں کہ ایک شخص نے دوسری شادی کی تو وہ نوکری سے برطرف ہو گیا یا تجارت میں گھاٹا پڑ گیا یا اس قسم کی اور کوئی تکلیف اسے پہنچی۔ ہمارے عام محاورہ میں بھی یہ استعمال ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے دوسری شادی کی تو اس کی حالت گر گئی۔ درحقیقت اس شخص کے متعلق رسول کریم ﷺ کو کشفی طور پر یا رؤیا میں معلوم ہوا ہو گا کہ شادی کرنے کے بعد اس کی حالت اچھی ہو جائے گی چنانچہ جب وہ رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور اپنا حال عرض کیا تو آنحضرت ﷺ نے اسے دوسری شادی کرنے کے لئے ارشاد فرمایا جب اس نے دوسری شادی کی اور اس کی حالت نہ سدھری تو پھر رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا تو چونکہ رسول کریم ﷺ کو علم تھا کہ اس کے لئے جو بھلائی مقدر ہے وہ شادی ہی میں ہے اس لئے آپ نے فرمایا ایک اور شادی کر لو اس نے تیسری شادی کر لی پھر بھی اس کی حالت اچھی نہ ہوئی۔ وہ پھر رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا اور شادی کرو۔ چنانچہ اس نے کر لی اس کے کچھ عرصہ بعد ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ نے اس سے حال دریافت فرمایا تو اس شخص نے بتایا کہ اب میری تنگی دور ہو گئی ہے اور آرام ہی آرام ہے۔ [۵] بعض دفعہ کشف اور رؤیا کے بغیر بھی اپنی فراست سے مؤمن ایک بات کہتا ہے اور وہ پوری ہو جاتی ہے۔ یہاں ایک شخص بہائی عورت بیاہ کر لایا وہ اسے میرے پاس لایا اس وقت میں گول کمرہ میں بیٹھا کرتا تھا اور کہا آپ اسے تبلیغ کریں۔ مجھے اس وقت ایسا معلوم ہوا میری اور اس کی روحیں آپس میں ٹکراتی ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرے جسم سے ایک چیز نکل کر اس سے ٹکراتی ہے اس سے میں نے معلوم کر لیا کہ یہ عورت ہدایت نہیں پائے گی۔ چنانچہ وہ مدتوں یہاں رہی اور احمدی نہ ہوئی۔ ایک دفعہ اس نے بعض اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے احمدیت کا اظہار بھی

کیا مگر بعد میں پھر وہ اپنی پہلی حالت پر آگئی۔ تو رسول کریم ﷺ کو کسی خاص حالت کے متعلق کشف یا القاء ہو جانا اور بات ہے اور اَلَّا تَعْدِلُوْا میں جس عدل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے یہ اور بات ہے۔ میں نے گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں بتایا تھا کہ لوگ منگل کے دنوں کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام منگل کو اچھا نہیں سمجھتے تھے حالانکہ یہ غلط ہے۔ اگر کسی شخص کو علم ہو جائے کہ فلاں دن تیرے لئے اچھا نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دن ہر شخص کے لئے اچھا نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کے لئے اتوار کا دن منحوس ہوتا ہے، بعض لوگوں کے لئے جمعہ کا دن بھی منحوس ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کا باپ جمعہ کے روز مرجائے تو کیا وہ ہنسے گا۔ مئی کا مہینہ کوئی منحوس مہینہ نہیں مگر جب یہ مہینہ آتا ہے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کا خیال آجاتا ہے اور ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ عام مسلمانوں کو جب بارہ ۱۲ وفات کا دن آتا ہے تکلیف ہوتی ہے حالانکہ یہ تاریخ وفات غلط ہے مگر پھر بھی چونکہ وہ اس دن کو حضرت رسول کریم ﷺ کی وفات کا دن سمجھتے ہیں اس لئے جونہی یہ دن آتا ہے مسلمانوں میں گدگدی شروع ہو جاتی ہے اور غم اور درد کے باعث روتے ہیں۔

کثرت ازدواج اسلام میں پسندیدہ ہے اور فَوَاحِدَةً بعض حالات کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے اور جب اَلَّا تَعْدِلُوْا کے وہ معنے جو میں نے لئے ہیں۔ لئے جائیں تو پھر کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا کہ اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو۔ اب اس عدل کے ساتھ اَلَّا تَعْدِلُوْا والا عدل بھی دیکھنا ضروری ہے۔ مثلاً مرد اپنی ایک بیوی کے رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آئے اور دوسری بیوی کے رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش نہ آئے تو یہ عدل کے خلاف ہوگا۔ اور اگر ایک آدمی ایک بیوی کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہے اور دوسری بیوی کے رشتہ داروں سے حسن سلوک نہیں کرتا تو وہ عدل نہیں کر رہا اسے چاہئے کہ وہ اس بیوی کو طلاق دے دے اور اگر عدل چاہتا ہے تو اس کی یہی صورت ہے کہ وہ دونوں بیویوں کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرے۔ بیوی یہ کہاں برداشت کر سکتی ہے کہ اس کے پاس اس کا خاوند ایک گھنٹہ بیٹھے مگر جب اس کا بھائی اس کے پاس آئے تو وہ اسے ایک دو تھپڑ لگا دے۔ وہ اس کے ایک گھنٹہ کے بیٹھنے سے خوش نہ ہوگی جب تک اس کے بھائی اور دیگر رشتہ داروں سے

حسن سلوک نہ کیا جائے اس کی یہی خواہش ہوگی کہ جیسے مجھ سے خاوند محبت کرتا اور میری عزت کرتا ہے اسی طرح میرے بھائی اور والدین سے بھی محبت کرے اور ان کی عزت کرے۔ تو اَلَّا تَعْدِلُوْا کے معنے اپنے اندر بہت وسعت رکھتے ہیں۔ کئی ہوتے ہیں جو کپڑے میں عدل نہیں کرسکتے اور کئی ہوتے ہیں جو روٹی میں عدل نہیں کرسکتے اور کئی ہوتے ہیں جو مکان کے معاملہ میں عدل نہیں کرسکتے تو ان سب صورتوں میں مرد کے لئے حکم ہے کہ فَوَاحِدَۃً وہ ایک ہی شادی کرے جیسا کہ سوال کرنے والے دوست نے کہا ہے کہ اگر ہر مرد چار شادیاں کرنے لگ جائے تو کئی لوگ کنوارے رہ جائیں گے اور ان کو رشتہ نہیں ملے گا۔ یہ وسوسہ بھی اگر اَلَّا تَعْدِلُوْا پر غور کیا جائے تو دور ہو جاتا ہے کیونکہ زیادہ شادیاں کرنا اس صورت میں عدل نہیں کہلا سکے گا بلکہ دوسروں پر ظلم ہوگا تو اَلَّا تَعْدِلُوْا پر غور کیا جائے تو دور ہو جاتا ہے کیونکہ زیادہ شادیاں کرنا اس صورت میں عدل نہیں کہلا سکے گا بلکہ دوسروں پر ظلم ہوگا تو اَلَّا تَعْدِلُوْا کے معنے بہت زیادہ وسیع ہیں۔ ہاں قرآن کریم نے جسے افضل قرار دیا ہے وہ افضل ہے قرآن نے دو دو، تین تین اور چار چار شادیاں کرنے کو مقدم رکھا ہے۔ بعض لوگ یہ سوال کردیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے مثنیٰ کا ذکر کیا ہے پھر ثلث کا پھر ربع کا اس لئے سب سے افضل دو شادیاں ہیں اس کے بعد تین اور پھر چار۔ لیکن یہ بھی غلط ہے یہ تقدیم و تاخیر عدد کے چھوٹے اور بڑے ہونے کی وجہ سے ہے۔ ہمارے ملک میں بھی اور عربی زبان میں بھی چھوٹے عدد کو پہلے بیان کیا جاتا ہے اور بڑے عدد کو بعد میں۔ عدد کو درجے کے لحاظ سے بیان کرنا فصاحت ہے اور بغیر درجہ کے بیان کرنا فصاحت نہیں۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص کے اپنے اپنے حالات ہوتے ہیں جس کے حالات دو شادیاں کرنے کی اجازت دیتے ہیں وہ دو کرے اور جس کے حالات تین یا چار شادیاں کرنے کی اجازت دیتے ہیں وہ تین یا چار کرے اور اس سے بڑھ کر کوئی نہ کرے اور اگر دو یا تین یا چار کرنے کے حالات اجازت نہیں دیتے تو پھر ایک کرے۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ یأجوج مأجوج کے زمانہ میں بہت سے مرد مرجائیں گے اور عورتیں کثرت سے ہو جائیں گی۔ یہاں تک لکھا ہے کہ دس مردوں میں سے سات مرد مرجائیں گے اور جب دس میں سے سات مرجائیں گے تو باقی تین رہ جائیں گے اس لحاظ سے بعض مردوں کو تین تین اور بعض کو چار چار شادیاں کرنی پڑیں گی۔ [۶] اس وقت عدل یہی ہوگا کہ شادیاں زیادہ کی جائیں مثلاً اگر ہمیں ایسی جگہ سے گزرنا پڑے جہاں ایک بچہ اور ایک پہلوان لیٹا ہے

اور دو سرا رستہ گزرنے کا نہ ہو اور ہم مجبور ہوں کہ ان میں سے کسی پر پاؤں رکھ کر گزریں تو اس وقت لازماً بچہ پر ہم پیر نہیں رکھیں گے کیونکہ وہ ہمارے بوجھ کو برداشت نہیں کر سکے گا اور پہلوان پر پاؤں رکھ کر گزر جائیں گے کیونکہ وہ ہمارے بوجھ کو برداشت کر سکتا ہے تو عدل اسے بھی کہتے ہیں کہ جب انسان مجبور ہو جائے دو ظلموں میں سے ایک کے کرنے پر تو چھوٹا ظلم کرے اور بڑے کو چھوڑ دے۔ اس وقت بعض کمزور مردوں کو بھی کہا جائے گا کہ وہ زیادہ شادیاں کریں خواہ اس صورت میں عورتوں کے حقوق تلف بھی ہوتے ہوں کیونکہ ایسے موقع پر عدل یہی ہو گا کہ فَوَاحِدَۃً والی شرط کی بجائے مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ کی شرطوں کو مد نظر رکھا جائے۔

یورپ کے مصنفین نے لکھا ہے کہ عرب کے حالات کے مطابق اس زمانہ میں کثرت ازدواج بہت ضروری تھا کیونکہ ملک کے رسم و رواج اور عورتوں کی کثرت کے باعث ایک سے زیادہ شادیاں کرنے پر مجبور تھے اور یہ ان کا قومی فرض تھا۔ یہ بات گو ادنیٰ ہے مگر ہے بادلیل۔ دوسرے کسی زمانہ میں جب عورتوں کی کثرت ہو تو اس پر عمل کیا جا سکتا ہے اس وقت فَوَاحِدَۃً کی شرط نہیں رہے گی۔

پس اس آیت کے معنے جو میں نے بیان کئے ہیں اگر سمجھ لئے جائیں تو کسی قسم کا اعتراض نہیں رہتا۔

(الفضل ۲۵۔ جون ۱۹۳۸ء صفحہ ۴ تا ۷)

۱؎ فریقین کا تعین نہیں ہو سکا۔
۲؎ نسائی کتاب النکاح باب انکاح الابن امه
۳؎ النساء : ۴
۴؎ النحل : ۹۱
۵؎
۶؎